

اسلامی جمہوریہ کے قیام کی طرف پیش قدمی

4



پڑھیں



پس منظر:-

قیام پاکستان کے بعد 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کو معمولی ترمیمات کے ساتھ ملک کے عبوری دستور کی حیثیت سے نافذ کر دیا گیا۔ لیکن یہ انتظام محض عارضی تھا اور اس بات کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ کم سے کم مدت میں ملک کے لیے ایک مستقل دستور بنایا جائے۔ چونکہ مسلم لیگ نے پاکستان کی جنگ لا الہ الا اللہ کے نعرے پر لڑی تھی۔ اس لیے اس بات میں شبہ کی کوئی گنجائش نہ تھی کہ پاکستان کے عوام اپنے ملک کے لیے اسلامی دستور چاہتے تھے۔ لیکن بد قسمتی سے دستور ساز اسمبلی میں ایسے لوگ بہت بڑی تعداد میں منتخب ہو کر آ گئے تھے۔ جو لادینی نظام کے حامی تھے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار یہ واضح کیا کہ پاکستان کا مستقبل کا آئین قرآن و سنت کی بنیاد پر بن جائے گا۔ علماء نے اسلامی نظام کے حق میں آواز اٹھائی۔ عوام نے علماء کا ساتھ دیا اور اس طرح ملک میں اسلامی نظام کے حق میں ایک بہت بڑی تحریک کھڑی ہو گئی۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت، علماء کی قیادت اور عوام کے جذبہ ایثار نے اسلام دشمن سیاستدانوں کی کوششوں کو ناکام بنادیا۔ نفاذ اسلام کی ملک گیر تحریک سے مجبور ہو کر 12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی نے آئین کے مقاصد کا تعین کرنے کے لیے ایک قرارداد منظور کی۔ یہ قرارداد جسے ”12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی نے آئین کے مقاصد کا تعین کرنے کے لیے ایک قرارداد منظور کی۔ یہ قرارداد جسے ”قرارداد مقاصد“ کہا جاتا ہے۔ اس وقت کے وزیراعظم نواب زادہ لیاقت علی خان نے دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کی۔

قرارداد مقاصد کے اہم نکات

قرارداد مقاصد کے اہم نکات کا خلاصہ یہ ہے:

1۔ اللہ کی حاکمیت:-

پوری کائنات کی حاکمیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ حاکمیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پاکستان کے باشندوں کے پاس حاکمیت کا اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مقدس امانت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور وہ اس بات کے پابند ہیں کہ قرآن و سنت کی حدود میں رہتے ہوئے اس اختیار کو بروئے کار لائیں اور ملک میں اسلامی جمہوری نظام قائم کیا جائے گا۔

1962ء کے آئین کی اسلامی دفعات

2۔ نیابت:-

ریاست کے اپنے اختیارات کو عوام کے نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی اور یہ اختیارات قرآن و سنت کی روشنی میں طے کیے جائیں گے۔

3۔ اسلام کے اجتماعی اصولوں کی پیروی:-

اسلامی تعلیمات کے مطابق جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور اجتماعی انصاف کے اصولوں پر عمل کیا جائے گا۔

4۔ اسلامی زندگی کا فروغ:-

مسلمانوں کو اس قابل بنائے جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق بسر کر سکیں تاکہ پاکستان کے قیام کے مقاصد پورے ہو سکیں۔

5۔ اقلیتوں کا تحفظ:-

اقلیتوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہوگی۔ نیز وہ اپنے تمدن کی نشو و نما اور جائز مفادات کے تحفظ میں بھی آزاد ہوں گی۔ چونکہ یہ اسلام کا بنیادی اصول ہے۔

6۔ بنیادی حقوق کا تحفظ:

شہریوں کو تمام بنیادی حقوق مثلاً آزادی، مساوات، ملکیت، اظہار رائے، عقیدہ، عبادات اور انجمن سازی وغیرہ کے حقوق کا تحفظ حاصل ہوگا۔ یعنی شہریوں کو ان حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکے گا۔

قرارداد مقاصد کی اہمیت اور اثرات:-

- 1۔ قرارداد مقاصد میں پہلی بار مملکت پاکستان نے اس بات کا سرکاری طور پر اعتراف کیا کہ اس کا مقصد اسلامی نظام حکومت کا قیام ہے۔
- 2۔ قرارداد مقاصد کی شکل میں نظریہ پاکستان کو پہلی بار سرکاری طور پر پاکستان میں آئین سازی کی بنیاد کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔
- 3۔ یہ قرارداد قومی اتفاق رائے کا مظہر تھی کیونکہ اسے تمام مکاتیب فکر کے علماء کی تائید حاصل تھی۔
- 4۔ قرارداد مقاصد کو بعد میں بننے والے تمام دساتیر کے آغاز میں افتتاحیہ کی حیثیت سے شامل کیا گیا۔
- 5۔ افتتاحیہ آئین کا قابل نفاذ حصہ نہیں ہوتا۔ اس کی حیثیت محض مملکت کی اخلاقی ذمہ داری کی ہوتی ہے۔ اس کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے آٹھویں ترمیم کے تحت قرارداد مقاصد کو آئین کا باضابطہ حصہ بنادیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:-

آئین کا افتتاحیہ قرارداد مقاصد کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ افتتاحیہ میں کہا گیا ہے کہ پوری کائنات کی حاکمیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ حاکمیت میں کوئی اللہ کا شریک نہیں۔ پاکستان کے عوام اللہ کی مقررہ کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے حاکمیت کے اختیار کا استعمال ایک مقدس امانت کے طور پر کریں گے۔

2۔ مملکت کا نام:-

آئین میں مملکت کو ”جمہوریہ پاکستان“ قرار دیا گیا تھا۔ اسلامی کا لفظ حذف کرنے پر ملک میں احتجاج ہوا جس کے نتیجے میں ایک آئینی ترمیم کے ذریعے ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ کا نام بحال کر دیا گیا۔

3۔ صدر کا مسلمان ہونا:-

1962ء کا آئین صدارتی نوعیت کا تھا اس لیے آئین میں وزیراعظم کا عہدہ ہی موجود نہیں تھا تاہم صدر کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا تھا۔ کوئی غیر مسلم پاکستان کا صدر نہیں بن سکتا تھا۔

4۔ شریعت کی بالادستی:

آئین میں وعدہ کیا گیا کہ قانون سازی کرتے وقت اسلامی شریعت سے رہنمائی حاصل کی جائے گی۔ پہلے سے رائج جو قوانین قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہیں ان کو بتدریج تبدیل کر دیا جائے گا۔

5۔ اسلامی معاشرے کا قیام:-

ایسا ماحول پیدا کرنے کا عزم ظاہر کیا گیا جس میں رہتے ہوئے پاکستان کے عوام اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھال سکیں۔ معاشرتی زندگی کو سود، عصمت فروشی، جوا، شراب نوشی اور اسی طرح کی دیگر قباحتوں سے پاک کر کے اسلامی معاشرت کے قیام کے لیے سازگار ماحول پیدا کیا جائے گا۔

6۔ اسلامی اداروں کا تحفظ:-

آئین میں یہ وعدہ کیا گیا کہ زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کے کردار کو زیادہ موثر اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے قانون سازی کی جائے گی۔

7۔ ترقی پسند فلاحی معاشرے کا قیام:-

آئین میں کہا گیا کہ اسلامی اصولوں پر مبنی ایک ترقی پسند فلاحی معاشرے کا قیام اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نصب العین ہوگا۔

8۔ اقلیتوں کا تحفظ:-

آئین میں یہ عزم ظاہر کیا گیا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان اسلام کی روح کے عین مطابق مذہبی آزادی اور رواداری کے اصولوں کی بنیاد پر اقلیتوں کے حقوق کا مکمل طور پر تحفظ کرے گی۔

9۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام:-

اسلام کی روشنی میں نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے ”اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ“ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا۔

10۔ اسلامی مشاورتی کونسل:-

قانون، تعلیم اور دینی علوم کے ماہرین پر مشتمل ایک اسلامی مشاورتی کونسل قائم کی گئی۔ جس کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ پہلے سے موجود قوانین کو اسلام کی روح کے مطابق ڈھالنے نیز اسلام کی روشنی میں نئی قانون سازی کرنے میں صدر مملکت اور قانون ساز اداروں کی رہنمائی اور معاونت کرے۔

1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات

1۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:-

آئین کا ابتدائیہ قرارداد مقاصد کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہر گاہ کہ کل عالم پر صرف خدائے تعالیٰ کی حاکمیت اور مطلق اختیار قائم ہے۔ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ اختیار کی حدود کے اندر رہتے ہوئے حاکمیت کے اس اختیار کا استعمال پاکستان کے عوام کے پاس ایک مقدس امانت ہے۔“

قرارداد مقاصد کو آئین کا قابل نفاذ حصہ نہیں بنایا گیا تھا اس لیے اس کی حیثیت محض مملکت کی اخلاقی ذمہ داری تھی۔ آٹھویں ترمیم کے تحت 1985ء میں پہلی بار یہ قرارداد مقاصد کو آئین کے متن کا حصہ بنادیا گیا۔ گو اب اس قرارداد پر عمل کرنا مملکت کی قانونی ذمہ داری بن گیا ہے۔ لیکن یہ بات ابھی واضح نہیں ہے کہ اگر حکومت اس ذمہ داری سے پہلو تہی کرے تو اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا طریقہ کار کیا ہوگا۔

2۔ مملکت کا نام:-

دونوں سابقہ دستاویز کی طرح 1973ء کے آئین میں بھی مملکت کا نام ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ قرار دیا گیا۔

3۔ سرکاری مذہب:-

1973ء کے دستور میں وضاحت سے درج کیا گیا ہے کہ مملکت کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ دونوں سابقہ دستاویز میں یہ وضاحت موجود نہیں تھی۔

4۔ صدر اور وزیراعظم کا مسلمان ہونا:-

1973ء کے آئین کے تحت صدر اور وزیراعظم دونوں کا مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ 1956ء کے آئین میں صرف صدر کا مسلمان ہونا

ضروری تھا۔ (1962ء کے آئین میں وزیراعظم کا عہدہ موجود نہیں تھا۔ تاہم صدر کا مسلمان ہونا ضروری تھا۔)

5۔ مسلمان کی تعریف:-

1973ء کے آئین میں پہلی مرتبہ مسلمان کی واضح طور پر تعریف کی گئی ہے۔ یہ تعریف دستور کے تیسرے گوشوارے میں صدر اور وزیراعظم کے حلف کی صورت میں آئین کا حصہ بنادی گئی ہے۔ اگرچہ اس تعریف کی رو سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والے از خود دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں تاہم اس کی مزید وضاحت اس آئینی ترمیم سے کردی گئی ہے جس کے تحت قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔

6۔ اسلامی معاشرے کا قیام:-

دستور کے ابتدائیہ میں پاکستانی عوام کی اس خواہش کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہ وہ جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے ان اصولوں پر مبنی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں جو اسلام نے مقرر کئے ہیں۔ پالیسی کے اصولوں میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے اور انہیں ایسے مواقع بہم پہنچائے جائیں گے۔ کہ وہ زندگی کے اسلامی تصور سے آشنا ہو سکیں۔ آئین کے آرٹیکل 227 میں کہا گیا ہے کہ تمام موجودہ قوانین کو طے شدہ اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے گا اور کوئی ایسا نیا قانون نہیں بنایا جائے گا جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہو۔

پالیسی کے اصولوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکومت قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینے کی کوشش کرے گی۔ عربی سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرے گی اور اس بات کا اہتمام کرے گی کہ قرآن مجید کی طباعت اغلاط سے پاک ہو۔

7۔ اسلامی اقدار اور اداروں کا تحفظ:-

پالیسی کے اصولوں میں کہا گیا ہے کہ حکومت زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کو صحیح خطوط پر منظم کرنے کی کوشش کرے گی۔ جہالت کے خاتمے، مزدوروں کے کام کے حالات کو بہتر بنانے، محتاجوں کو بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی، سود عصمت فروشی اور جوئے پر پابندی لگانا مملکت کی پالیسی کے اصولوں میں شامل ہے۔

8۔ نظریہ پاکستان کا اثبات:-

آئین کے تیسرے گوشوارے میں صدر مملکت، وزیراعظم اور بعض دیگر اعلیٰ عہدے داروں کے حلف کی عبارات درج کی گئی ہے۔ حلف میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اسلامی نظریہ ہی قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

9۔ اسلامی نظریہ کو نسل:-

آئین کے تحت اسلامی نظریہ کو نسل کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ یہ ادارہ اسلامی قانون اور شریعت کے ماہرین پر مشتمل ہوگا۔ اسلامی نظریہ کو نسل قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالنے میں قانون ساز اداروں کی رہنمائی کرے گی۔

10۔ اتحاد عالم اسلامی:-

پالیسی کے اصولوں پر اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت اسلامی اخوت کی بنیاد پر مسلمان ممالک سے تعلقات کو مضبوط بنانے کی کوشش کرے گی۔

نفاذ اسلام کے لیے اقدامات

نظام اسلام کی تحریک:-

قیام پاکستان کی تحریک میں مسلم لیگ نے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔ لہذا قیام پاکستان کے فوراً بعد عوام نے حکومت سے مطالبہ شروع کیا کہ اسلامی آئین نافذ کیا جائے۔

علماء کے 22 نکات:-

تمام مکاتیب فکر کے علماء نے متحد ہو کر آئین سازی سے متعلق بنیادی اصولوں کو 22 نکات کی صورت میں مرتب کر کے حکومت کے سامنے پیش کیا۔

قرارداد مقاصد:-

عوام کے مطالبے سے مجبور ہو کر حکومت نے مارچ 1949ء میں آئین ساز اسمبلی کے سامنے ایک قرارداد پیش کی جس میں واضح کیا گیا کہ پاکستان میں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ پاکستان میں جمہوریت، مساوات اور معاشرتی انصاف کے اسلامی اصولوں پر مبنی نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔

اسلام اور دستور سازی:-

1956ء، 1962ء اور 1973ء میں بننے والے تینوں دساتیر میں قرارداد مقاصد کو پیش لفظ کے طور پر شامل کیا گیا۔ 1985ء میں آٹھویں ترمیم کے تحت پہلی بار قرارداد مقاصد کو دستور کا باقاعدہ قابل نفاذ حصہ بنادیا گیا۔ پاکستان کے تمام دساتیر میں مملکت کا نام ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ قرار دیا گیا۔ سربراہ مملکت کا مسلمان ہونا ضروری ٹھہرایا گیا اور اسلام کی تشریح و تعبیر کے لیے اسلامی مشاورتی کونسل جیسے ادارے قائم کیے گئے۔

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ:-

1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ پاکستان کے عوام نفاذ اسلام کے سلسلے میں اپنی حکومت کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہیں۔ اس جذبے کو دیکھتے ہوئے 1977ء میں برسر اقتدار آنے والی مارشل لاء حکومت نے اسلامی نظام حکومت کے نفاذ کے لیے بہت سے مثبت اقدامات کیے۔

1977ء کے بعد نفاذ اسلام کے اقدامات

عدلیہ اور قوانین:-

قوانین اور عدالتی نظام کو بتدریج اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے عمل کا آغاز 12 ربیع الاول 1399ء ہجری (10 فروری 1979ء) کے دن سے ہوا۔ اس سلسلے میں حسب ذیل اقدامات کئے گئے:

- 1- شراب نوشی، چوری، زنا اور قذف کے لیے اسلامی سزائیں نافذ کی گئیں۔
- 2- وفاقی سطح پر وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی جس کا درجہ ہائی کورٹ کے برابر ہے۔ علماء کو جج بنایا گیا۔
- 3- عدالتوں کے طریق کار سے غیر اسلامی روایات کو ختم کیا گیا۔
- 4- اسلامی قانون کے نفاذ کو ممکن بنانے کے لیے مطلوبہ افراد کی کمی محسوس کرتے ہوئے اس مقصد کے لیے اسلام آباد میں شریعت فیملی اور اسلامی یونیورسٹی قائم کی گئی۔ نیز دینی تعلیم کے بعض اداروں میں قاضی کلاسیں جاری کی گئیں۔
- 5- قرارداد مقاصد کو آئین کا باضابطہ اور قابل نفاذ حصہ بنادیا گیا۔

اقتصادی معاملات:-

- 1- 20 جون 1980 کو ملک میں نظام زکوٰۃ قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ حکومت نے ابتدائی طور پر زکوٰۃ فنڈ میں سوا دو ارب روپے کی رقم جمع کرائی۔
- 2- عشر جمع کر کے ناداروں میں تقسیم کرنے کی سکیم پر عمل درآمد کا آغاز 1983ء کی فصل ربیع سے ہوا۔
- 3- یکم جنوری 1981ء سے بینکوں اور بعض دیگر مالیاتی اداروں کے کاروبار سے سود کو ختم کرنے کے عمل کا آغاز کیا گیا۔

دینی شعائر اور احکام کا احترام:-

ایک مثالی اسلامی ریاست محض چند قوانین اور احکام کے ذریعے قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلامی ریاست ایک اسلامی معاشرے سے ہی وجود میں آتی ہے۔ معاشرت کو اسلامی رنگ دینے کے لیے حکومت نے مندرجہ ذیل اقدامات کئے:

- 1- سرکاری اداروں میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔
- 2- رمضان المبارک کے دوران پبلک مقامات پر کھانے پینے کی ممانعت کے لیے احترام رمضان آرڈی نینس نافذ کیا گیا۔
- 3- خلفائے راشدینؓ اور اہل بیتؓ کی شان میں گستاخی کو قانوناً جرم قرار دیا گیا۔
- 4- رشوت، بدعنوانی اور نااہلی کا خاتمہ کرنے کے لیے وفاقی سطح پر محسب اعلیٰ کا تقرر کیا گیا۔
- 5- ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے اذان نشر کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ یہ اذان یاد دلاتی ہے کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے۔

تعلیم:-

- 1- اسلامی تعلیمات کو لازمی مضمون کی حیثیت دی گئی۔
- 2- معاشرے میں علماء کا وقار بلند کرنے کے لیے دینی مدارس کی سندوں کو بی۔ اے اور ایم اے کے مساوی قرار دیا گیا۔

3- مسلح افواج میں دینی معلموں کو کمشنڈ افسر کا درجہ دیا گیا۔

4- ابتدائی سطح پر تعلیم کی اسلامی تشکیل کے لیے مسجد مکتب سکیم کا اجراء کیا گیا۔

5- لاء کالجوں میں فقہ (اسلامی قانون) کو لازمی حیثیت دے دی گئی۔

اسلامی قومیت کی تعمیر:-

1- مطالعہ پاکستان کو لازمی مضمون کی حیثیت دی گئی۔

2- عدالتوں، سرکاری اداروں نیز روزمرہ زندگی میں قومی لباس کے فروغ کے لیے مثبت اقدامات کیے گئے۔

3- صدر ضیاء الحق مرحوم نے اندرون ملک اور بیرون ملک قومی زبان میں خطاب کی روایت کا آغاز کیا اور قومی زبان اپنانے کی ترغیب دی۔

ذرائع ابلاغ:-

1- ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو اسلامی اور قومی تشخص ابھارنے کے لیے استعمال کیا گیا۔

2- غیر شریفانہ اور غیر اسلامی پروگراموں پر پابندی عائد کی گئی۔

3- ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے قرآن پاک اور عربی کی تعلیم کا اہتمام کیا گیا۔

4- حج اور دیگر اسلامی تقریبات کو ٹیلی ویژن پر دکھانے کا اہتمام کیا گیا۔

5- اسلامی تعلیمات پر مبنی پروگراموں میں اضافہ کیا گیا۔

شریعت بل:-

1991ء میں پارلیمنٹ نے شریعت بل کی منظوری دی۔ اس بل کا مقصد یہ ہے کہ نفاذ اسلام کا عمل محض اعلانات اور غیر موثر دستوری تصریحات تک

محدود نہ رہے بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر اسے مملکت کے نافذ العمل قانون کی حیثیت حاصل ہو جائے۔

نفاذ اسلام کی راہ میں حائل مشکلات

قرارداد مقاصد مارچ 1949ء میں منظور ہوئی تھی۔ اس قرارداد میں پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے لیے تمام بنیادی اصول واضح طور پر بیان کر دیئے گئے تھے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ پاکستان کے تینوں باضابطہ دساتیر اور (1956، 1962، 1973) میں قرارداد مقاصد میں طے کئے گئے اصولوں کی پاسداری کی گئی اور پاکستان کو اسلامی جمہوریہ بنانے کے لیے تمام آئینی ضروریات کی ترتیب صحیح کر دیں۔ آج ہم یہ دعوے تو ضرور کر سکتے ہیں کہ پاکستان میں ایک بہترین اسلامی آئین نافذ ہے

اور ان جس کے رہنما اصولوں کے مطابق ایک مثالی اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرہ کے قیام کی طرف پیش رفت جاری ہے۔ ان مقاصد کے حصول میں درپیش رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے خلوص نیک نیتی اور لگن درکار ہے۔ جس میں اجتماعی طور پر شہری کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

ہماری ناکامی کی اصل وجہ ہماری نفاذ اسلام کی حکمت عملی کا ناقص ہونا ہے۔ اسلامی ریاست ایک اسلامی معاشرے میں ہی قائم ہو سکتی ہے۔ اسلامی معاشرے سے ایک ایسا معاشرہ مراد ہے جس کے لوگوں کی سیرت اسلام کے سانچے میں ڈھل چکی ہو اور اللہ کے احکام کی پیروی جن کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا بن چکی ہو۔ سیرت و کردار کی تعمیر و تشکیل بنیادی طور پر ایک جمہوری عمل ہے۔ یہ عمل ایک خاموش محنت اور جدوجہد کا تقاضا کرتا ہے۔ تعلیم، تزکیہ اور دعوت اس عمل کے بنیادی عناصر ہیں۔ جب اس جمہوری جدوجہد کے نتیجے میں ایک اسلامی معاشرہ وجود میں آ جاتا ہے تو اس میں قائم ہونے والی ریاست بھی لامحالہ اسلامی ہی ہوتی ہے۔ قانون کا دائرہ عمل انتہائی محدود ہے۔ قانون سے کبھی اسلامی معاشرہ تخلیق ہو سکتا ہے نہ اسلامی ریاست قائم ہو سکتی ہے۔ البتہ اس سے اسلامی معاشرے اور ریاست کی حفاظت کا کام ضرور لیا جاسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو نبوت کے تیسرے ہی سال کفار مکہ نے منصب حکومت کی پیش کش کی تھی، اگر محض قانون اور حکومتی اختیار کے زور سے اسلامی ریاست کا قیام ممکن ہوتا تو آنحضرت ﷺ اس پیش کش کو قبول کر کے اسلامی ریاست قائم کر دیتے۔ آپ ﷺ نے ایسا اس لیے نہیں کیا کہ ایسا ممکن نہیں تھا۔ اسلامی ریاست اسی وقت قائم ہوتی جب جمہوری اور دعوتی جدوجہد کے ذریعے لوگوں کو اس کے لیے تیار کر لیا گیا ہو۔ اس بات کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ نفاذ اسلام سے پہلے نفوذ اسلام کی منزل آتی ہے۔ اسلامی ریاست سے پہلے اسلامی معاشرہ انتہائی ضروری ہے۔ جب ہم محض قانون سازی کے ذریعے اسلامی ریاست قائم کرنے کی بات کرتے ہیں تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم قصر اسلام کی تعمیر بنیادوں کی بجائے چھت کی طرف سے شروع کرنا چاہتے ہوں۔ اسلامی ریاست کے قیام اور اسلامی قانون اور آئین کے نفاذ کے ساتھ ساتھ ہمیں تعلیم اور دعوت کے ذریعے لوگوں کے اخلاق اور اعمال کی اصلاح کی جانب بھی بھرپور توجہ دینا ہوگی۔ اور ایک عمل مسلسل سے آئین میں دیئے گئے ان مقاصد کی تکمیل ہو سکے گی۔

اقوام متحدہ کا اعلان حقوق: اہم نکات

اقوام متحدہ 1945ء میں قائم ہوئی۔ اقوام عالم کے اس ادارے نے عالمی امن کے قیام اور انسانی حقوق اور آزادیوں کے تحفظ کو اپنا بنیادی مقصد قرار دیا تھا، اس لیے ضروری تھا کہ انسانی حقوق کی ایک ایسی جامع فہرست مرتب کی جاتی جو دنیا کے تمام اقوام کے لیے قابل قبول ہوتی۔ اقوام عالم کے ماہرین نے طویل غور و فکر اور بحث و مباحثہ کے بعد انسانی حقوق کی ایک دستاویز مرتب کی جسے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 10 دسمبر 1948ء کو منظور کیا۔ اس دستاویز کو Universal Declaration of Human Rights کا نام دیا گیا۔ اس ڈیکلاریشن یا اعلان کے اہم نکات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

مساوات:-

تمام انسان پیدا انہی طور پر یکساں تکریم اور مساوی حقوق کے مستحق ہیں۔ تمام صاحب شعور و ضمیر انسانوں کا فرض ہے کہ وہ دوسرے تمام انسانوں کو اپنا بھائی سمجھیں۔

امتيازات کی نفی:

حقوق اور آزادیوں کے راستے میں نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، عقیدہ، معاشرتی یا قومی پس منظر، ملکیت، پیدائش، یا اسی طرح کی دوسری چیزوں کو حائل نہیں ہونا چاہیے۔

تحفظ ذات کا حق:-

ہر شخص کو زندگی، آزادی اور شخصی تحفظ کا حق حاصل ہوگا۔

غلامی کی نفی:-

کسی شخص کو غلامی یا جبری مشقت پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

غیر انسانی سلوک کی ممانعت:

کسی شخص پر تشدد نہیں کیا جاسکے گا نہ اسے غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک کا نشانہ بنایا جائے گا۔

قانون کی نظر میں مساوات:-

قانون کی نظر میں تمام انسانوں کو مساوی حیثیت حاصل ہوگی۔

دفاع کا حق:-

کسی شخص کو مقدمہ چلائے بغیر اور دفاع کا موقعہ دیے بغیر سزا نہیں دی جاسکے گی۔ کسی شخص کو کسی ایسے جرم کی پاداش میں بھی سزا نہیں دی جاسکے گی جو اس وقت قانونی طور پر مجرم نہیں تھا جب اس شخص نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا۔

خاندان اور نجی زندگی کا حق:-

کسی شخص کی نجی اور خاندانی زندگی نیز تجلیے میں مداخلت نہیں کی جاسکے گی۔

نقل و حرکت اور سکونت کا حق:-

ہر شخص کو اپنی ریاست کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور سکونت اختیار کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

ازدواجی زندگی کا حق:-

ہر بالغ مرد اور عورت کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا حق ہوگا۔ خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اور اس کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے۔

ملکیت کا حق:-

ہر شخص کو تنہا یا دوسروں کے ساتھ شریک ہو کر جائیداد بنانے کا حق حاصل ہوگا۔

ضمیر، مذہب اور عقیدے کا حق:-

ہر شخص کو اپنے ضمیر کے مطابق عقیدہ رکھنے، مذہب اختیار کرنے نیز اس پر عمل کرنے اور اس کے اظہار تبلیغ کا حق حاصل ہوگا۔ نیز ملکی حدود و قیود کو معلومات کے حصول اور ترسیل کے راستے میں رکاوٹ نہیں بننے دیا جائے گا۔

پرامن اجتماع کا حق:-

ہر شخص کو پرامن اجتماع منعقد کرنے کا حق حاصل ہوگا لیکن کسی شخص کو کسی خاص اجتماع میں شرکت پر مجبور نہیں کیا جاسکے گا۔

سیاسی عمل میں شرکت کا حق:-

حکومتیں اپنا اختیار لوگوں کی رائے سے ہی حاصل کریں گی۔ لوگ سیاسی عمل میں حصہ لینے کے لیے آزاد ہونگے انہیں بلا امتیاز سرکاری اور انتظامی عہدوں تک رسائی کا حق حاصل ہوگا۔ سیاسی عمل کی بنیاد آزادانہ الیکشن پر ہوگی۔

روزگار کا حق:-

ہر شخص کو بلا امتیاز اپنی پسند کا پیشہ یا جائز ذریعہ معاش اختیار کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

آرام اور فراغت کا حق:-

اوقات کار محدود ہونگے، ہر شخص کو آرام اور فراغت نیز تنخواہ کے ساتھ چھٹی کا حق حاصل ہوگا۔

بنیادی ضروریات زندگی کا حق:-

خوراک، لباس، گھر اور علاج بنیادی ضروریات زندگی ہیں اور ہر فرد اور خاندان کا حق ہیں۔ مائیں، بچے محتاج اور بے روزگار خصوصی سماجی تحفظ کے مستحق سمجھے جائیں گے۔

تعلیم کا حق:-

بنیادی تعلیم مفت ہونی چاہیے، تعلیم کا مقصد سیرت کی ایسی تعمیر ہے جس سے عالمی برادری رواداری اور اخوت کے جذبات پروان چڑھیں۔

حقوق اور فرائض

حقوق:-

حقوق حق کی جمع ہے۔ انگریزی میں حقوق کے لیے Rights کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مشہور فلسفی ٹی ایچ گرین (T.H Green) نے حقوق کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی:

”حقوق اچھی زندگی گزارنے اور تمام انسانوں کی شخصیت کی تعمیر و تکمیل کے لیے ضروری شرائط کا نام ہے۔“

حقوق کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود انسان۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اتارنے سے پہلے جس ”ہدیٰ“ (ضابطہ ہدایت اور نظام زندگی) کے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا اس میں تمام بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت شامل تھی۔ آدم علیہ السلام کا بیٹا قابیل اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر کے سب سے بڑے انسانی حق یعنی زندگی کو پامال کرنے والا سب سے پہلا انسان تھا (اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے)۔ دنیا میں آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد طاقتوروں کے مقابلے میں کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کرنا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حقوق و فرائض کے باہمی تعلق کو آج سے چودہ سو سال پہلے جس وضاحت اور خوبی سے بیان کیا آج تک دنیا کا کوئی ماہر سیاسیات اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں سے ویسا ہی سلوک کرے جیسے سلوک کی وہ خود دوسروں سے توقع رکھتا ہے گویا اگر ایک شخص زندہ رہنے کا حق مانگتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے حق زندگی کا بھی احترام کرے۔ اگر وہ عزت چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ دوسروں کی عزت اس کے ہاتھ سے محفوظ رہے۔ خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کے بارے میں ایک جامع ترین دستاویز ہے۔ اسلامی ریاست میں شہریوں کے حقوق کا احترام کس حد تک کیا جاتا ہے اس کا اندازہ حضرت ابو بکرؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ میرے نزدیک کمزور اس وقت تک طاقتور ہے جب تک میں طاقتور سے اسے اس کا حق نہ دلا دوں اور طاقتور اس وقت تک کمزور ہے جب تک اس سے کمزور کا حق وصول نہ کر لوں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اعلان حقوق کے تقریباً چھ صدیاں بعد 1215ء میں انگلستان کے لوگوں کو پہلی مرتبہ میگنا کارٹا (Magna Carta) کی رو سے بعض بنیادی حقوق حاصل ہوئے۔ اہل فرانس اور امریکہ برطانیہ سے بھی تقریباً چھ صدیاں بعد بنیادی حقوق کے تصور سے آشنا ہوئے۔

آج دنیا کے تمام مہذب ممالک کے دساتیر میں بنیادی حقوق کا باب لازمی طور پر شامل ہوتا ہے۔ ان حقوق کو ناقابل تنسیخ قرار دیا جاتا ہے اور عدالتوں کو ان حقوق کا محافظ بنایا جاتا ہے۔

حقوق کی خصوصیات:-

حقوق کی بنیادی خصوصیات درج ذیل ہیں:

- 1- حقوق متمدن زندگی کی بنیادی شرائط ہیں۔
- 2- ریاست اپنے اختیارات کو استعمال میں لا کر حقوق کا تحفظ کرتی ہے گویا موجودہ دور میں حقوق کا تحفظ ریاست کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

- 3- حقوق میں یکسانیت ہوتی ہے یعنی تمام حقوق تمام شہریوں کو یکساں طور پر حاصل ہوتے ہیں۔
- 4- حقوق ناقابل تنسیخ ہوتے ہیں یعنی کسی شہری کو اس وقت تک اس کے کسی حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا جب تک کسی قانونی یا آئینی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایسا کرنا ضروری نہ ہو گیا ہو۔
- 5- حقوق و فرائض لازم و ملزوم ہیں یعنی ایک شخص کا حق دوسرے کا فرض ہوتا ہے۔
- 6- حقوق ہی وہ اقدار ہیں جن کو معیار بنا کر انسانی معاشرے میں منصفانہ اور غیر منصفانہ (Just and Injust) کا معیار قائم کیا جاتا ہے۔

فرائض:-

فرائض فرض کی جمع ہے۔ انگریزی میں فرائض کے لیے Duties کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ فرض سے مراد:

”وہ ذمہ داری ہے جسے کوئی شخص اس لیے نبھاتا ہے کہ وہ اس کے کام کا حصہ ہے یا کوئی ایسا کام ہے جو ایک شخص اس لیے کرتا ہے کہ اخلاقی اور قانونی طور پر اس کا تقاضا کیا جاتا ہے۔“

یاد رہے کہ جاسکتا ہے کہ فرد یا معاشرے کے ایک شخص سے مطالبات کو اس شخص کے فرائض کہا جاتا ہے

حقوق اور فرائض سے انحراف کے نتائج:-

حقوق و فرائض کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ ہر وہ حق جو ہمیں حاصل ہوتا ہے اس کے ساتھ ہم پر ایک فرض بھی عائد ہو جاتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ حقوق و فرائض کے تعلق کی نوعیت ایسی ہی ہے کہ جیسے ایک سکے کے دو رخ۔ ہر حق ایک فرض کے ساتھ اس طرح پیوست ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ حقوق و فرائض سے انحراف کے نتائج معاشرتی زندگی کے حق میں بہت مہلک ہو سکتے ہیں ان نتائج کو ہم بطور خلاصہ اس طرح بیان کر سکتے ہیں:

حقوق و فرائض کا تعلق انسان کی معاشرتی زندگی سے ہے ”الف“ کا حق ”ب“ کا فرض ہے۔ اور ”ب“ کا فرض ”الف“ کا حق۔ مثلاً ”الف“ کو زندگی کے تحفظ کا حق ہے تو اس حق کے ساتھ ہی اس پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ ”ب“ (یعنی معاشرے کے تمام افراد) کے حق زندگی کا احترام کرے (کسی کی جان لینے کی کوشش نہ کرے)۔ اگر ”الف“ اپنا فرض پورا نہیں کرتا ہے اور کسی کی جان لیتا ہے تو وہ خود بھی حق زندگی سے محروم ہو جاتا ہے اور اسے سزائے موت دی جاتی ہے۔

ایک محقق کا قول ہے کہ:

”یہ سوچ قطعاً بے فائدہ ہے کہ حقوق کو فوقیت حاصل ہے یا فرائض کو۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ اگر ہر شخص اپنے حقوق کا مطالبہ تو کرتا رہے لیکن دوسروں کی طرف سے اس پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں ان کو پورا نہ کرے تو ایک وقت آئے گا کہ کسی بھی شخص کا کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔“

حقوق اور فرائض کا فیصلہ محض برابری کی سطح پر نہیں ہوتا بلکہ حقوق کچھ ایثار اور ضبط نفس کا مطالبہ بھی کرتے ہیں۔ حقوق کا مقصد انسانی حرص اور تمناؤں کی تسکین نہیں ہے ان کا ایک اعلیٰ نصب العین بھی ہے۔ ایک فرد کو اپنے فرائض کی بجا آوری اس طرح کرنی چاہیے کہ وہ نہ صرف اپنے لیے زیادہ سے زیادہ خیر کو حاصل کرے بلکہ اس سے پورے معاشرے کو خیر اور نفع حاصل ہو۔ مثال کے طور پر مجھے اظہار رائے کا حق حاصل ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ میں اس حق کو تشدد اور منافرت پھیلانے کے لیے بھی استعمال کر سکتا ہوں۔

حقوق اور فرائض سے انحراف کرتے ہوئے ہمیں یہ سوچ لینا چاہیے کہ فرض ادا کرنے والے اور حق حاصل کرنے والے کے علاوہ دنیا میں ایک تیسری قوت بھی موجود ہے جو حقوق و فرائض کی پاسداری اور ان کے موثر نفاذ کے عمل کی نگران ہے۔ یہ قوت ریاست ہے۔ ریاست ان کو سزا دیتی ہے جو اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی برتتے ہیں اور ریاست ہی شہریوں کے حقوق کی حفاظت بھی کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ”اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو“ حقوق و فرائض کے بارے میں لکھی جانے والی ہزاروں کتابوں پر بھاری ہے۔ اگر انسانیت اس ایک مختصر سے جملے کو اپنا دستور العمل بنالے تو معاشرت کی ترقی اور اصلاح کے لیے کسی دوسرے فلسفے یا عمرانی علم کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

انسانی حقوق

انسانی حقوق کی وضاحت کی غرض سے استعمال کی جانے والی اصطلاحات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ فطری حقوق:-

بحیثیت انسان ہر فرد کو کچھ حقوق اپنی پیدائش کے ساتھ ہی حاصل ہو جاتے ہیں۔ سیدنا عمرؓ کا قول ہے:

”انسانوں کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا ہے۔“ ان حقوق کو فطری حقوق کا نام دیا جاتا ہے۔

2۔ معاشرتی حقوق:-

معاشرتی حقوق ہمارے ان اختیارات کو کہا جاتا ہے جن کو معاشرہ اور عوامی رائے نے تسلیم کر لیا ہو۔ معاشرتی حقوق کو اخلاقی حقوق کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

3۔ قانونی حقوق:-

بعض صورتوں میں کچھ شریر طبع لوگ معاشرتی اور اخلاقی دباؤ کو نظر انداز کرتے ہیں اور دوسروں کو حقوق سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا راستہ روکنے کے لیے ریاست کی طاقت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ریاست کا قانون جن حقوق کو اپنی طاقت کے ذریعے تحفظ دیتا ہے انہیں قانونی حقوق کہا جاتا ہے۔

4۔ بنیادی حقوق:-

مہذب دنیا نے غور و خوض کے بعد انسانی زندگی کی جن شرائط کو انسانی معاشرے کی بقا اور انسانی شخصیت کے تحفظ کے لیے ناگزیر قرار دیا ہے۔ انہیں بنیادی حقوق کہا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ”منشورِ حقوق“ میں ان حقوق کی ایک جامع فہرست موجود ہے۔ تمام جمہوری ریاستوں کے دساتیر میں ان حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے۔

5۔ شہری حقوق:-

بنیادی حقوق کو دو مزید قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ شہری حقوق اور سیاسی حقوق۔ شہری حقوق سے مراد وہ بنیادی حقوق ہیں جو شہری زندگی اور جائیداد کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور شہری کی شخصیت کی نشوونما کے لیے مناسب ماحول پیدا کرتے ہیں۔

6۔ سیاسی حقوق:-

سیاسی حقوق شہریوں کو ایک ریاست کے معاملات میں حصہ لینے کے قابل بناتے ہیں۔

اہم شہری حقوق:-

(i)	زندگی کے تحفظ کا حق	(ii)	ملکیت بنانے، رکھنے اور وارثت میں منتقل کرنے کا حق
(iii)	خاندانی زندگی کا حق	(iv)	اجتماع کا حق
(v)	معاهدات کا حق	(vi)	آزادی فکر و اظہار کا حق
(vii)	انجمن ادارے بنانے کا حق	(viii)	حصولِ تعلیم کا حق
(ix)	عقیدے اور ایمان کا حق	(x)	آزادانہ نقل و حرکت کا حق
(xi)	خط و کتابت اور روابط کے اخفاء کا حق	(xii)	قانون کی نظر میں دوسروں کے برابر ہونے کا حق
(xiii)	معاشی حقوق (یعنی بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی، روزگار کی فراہمی نیز غلامی اور بیگار سے تحفظ کے حقوق)		
(xiv)	عورتوں کا مساویانہ برتاؤ کا حق		

اہم سیاسی حقوق:-

- 1۔ ووٹ دینے کا حق
- 2۔ نمائندگی کرنے کا حق
- 3۔ عوامی عہدوں پر فائز ہونے کا حق
- 4۔ اپنے نمائندوں پر تنقید کرنے اور انہیں معزول کرنے کا حق

خطبہ حجۃ الوداع۔ انسانی حقوق کا جامع منشور

ذی الحجہ 10 ہجری یعنی 632ء میں رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد پہلا اور آخری حج ادا فرمایا۔ اس حج میں آپ ﷺ نے مختلف مقامات پر جو مختصر خطبات ارشاد فرمائے ان کو اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ اور جوہر کہنا چاہئے۔ حدیث کی معتبر کتابوں بخاری، ابوداؤد اور مسلم میں صحیح ترین روایات کے ساتھ ان خطبات کے مقامات اور الفاظ کی تفصیل درج کی گئی ہے۔ بعض اہل علم نے ان متعدد خطبات کو جمع کر کے ایک مسلسل خطبے کی شکل بھی دی ہے۔ خطبات حجۃ الوداع انسانی حقوق کے حوالے سے تاریخ انسانی کی اہم ترین دستاویز کا درجہ رکھتے ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم ان خطبات کے اہم نکات کا جائزہ لیں گے:

1۔ جاہلیت کا خاتمہ:-

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے قدموں کے نیچے ہیں۔“

جاہلیت کے یہ دستور کیا تھے انسانوں پر انسانوں کی خدائی، ملوکیت، آمریت، مذہبی جبر، اسلام نے ان سب کو ختم کر دیا۔

2۔ انسانی مساوات:-

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ ہاں عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں۔ مگر تقویٰ کے سبب سے۔“

3۔ غلامی کا خاتمہ:-

غلامی کی صدیوں پرانی روایت عربوں سمیت پوری دنیا کی معاشرت میں اس طرح پیوست ہو چکی تھی کہ اگر اس کو ایک حکم کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی جاتی تو معاشرے کی پوری عمارت زمین بوس ہو جاتی۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے غلامی کے خاتمے کے لیے تدریجی حکمت عملی اختیار کی کے اور غلام رکھنے والوں پر ایسی پابندیاں عائد کر دیں کہ انہیں بالآخر غلاموں کو آزاد کرنے میں ہی اپنی نجات نظر آئی۔ اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ دنیا بھر میں غلامی کا خاتمہ سب سے پہلے مسلمان معاشروں میں ہوا۔ (امریکہ میں غلامی اٹھارویں صدی تک قائم تھی جسے ختم کرنے کے لیے امریکی صدر ابراہام لنکن کو باقاعدہ جنگ لڑنا پڑی) خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تمہارے غلام! تمہارے غلام! جو خود کھاؤ، وہی ان کو کھلاؤ، وہی ان کو پہناؤ جو خود پہنو۔“

جان اور مال کے حقوق:-

مسلمانوں کے لیے حرم کعبہ سے محترم کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی مثالیں دے کر فرمایا کہ تمہارے لیے ایک دوسرے کا خون اور مال اس طرح قابل احترام ہے جس طرح کعبۃ اللہ۔

عزت و آبرو کے حقوق:-

ایک مقام پر سید عالم ﷺ نے جان و مال کے علاوہ دوسروں کی عزت و حرمت کی پاسداری کا حکم بھی دیا اور یہ فرمایا کہ یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے۔

مذہبی انتہاء پسندی سے اجتناب:-

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مذہب میں غلو (شدت، مبالغہ اور سختی) سے بچو کیونکہ تم سے پہلی قومیں اس لیے برباد ہوئیں کہ مذہبی انتہاء پسندی کا شکار ہو گئی تھیں۔“

قانونی حقوق:-

رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا کہ کسی شخص کو کسی دوسرے گناہ کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ یہاں تک بیٹا بھی اپنے باپ کا جرم کا ذمہ دار نہیں۔

”ہاں مجرم! اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔ ہاں باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کی جوابدہی باپ کے ذمے نہیں۔“

حکمرانوں کے حقوق:-

سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ قانونی طور پر قائم شدہ حکومت کا یہ حق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

وراثت کے حقوق:-

قرآن حکیم اور سنت نبوی ﷺ میں وراثت کے تمام حقوق کی تصریح کر دی گئی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ وہ وراثت کے طے شدہ قوانین سے انحراف کرتے ہوئے کسی کو حق وراثت سے محروم کر دے فرمایا کہ: (ازروائے وراثت)

”اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے۔ اب کسی کو وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔“

عورتوں کے حقوق:-

اسلام سے پہلے عورتوں کو انسانوں کی بجائے جائیداد یا ملکیت کی چیز سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے پہلی مرتبہ واضح طور پر عورتوں کو شرف اور تکریم عطا کی۔

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ جتہ الوداع میں فرمایا:

”عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، تمہارا حق عورتوں پر ہے اور عورتوں کا حق تم پر۔“

نفرت اور انتقام کی نفسیات کا خاتمہ:-

انسانی معاشرے کو فساد اور تشدد میں مبتلا کرنے والی سب سے بڑی چیز نفرت اور انتقام کی انسانی نفسیات ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس سے پہلے فتح مکہ کے موقع پر یک طرفہ ایثار کے ذریعے عفو و درگزر کی اعلیٰ مثالیں قائم کر چکے تھے۔ خطبہ حجۃ الوداع میں آنجناب ﷺ نے فرمایا:

”جاہلیت کے تمام خون اور انتقام باطل کر دیے گئے، سب سے پہلے میں اپنے خاندان یعنی ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں۔“

پھر فرمایا:

”جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیے گئے، سب سے پہلے اپنے خاندان کا (یعنی اپنے چچا) عباس بن مطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔“

دیگر حقوق کے لیے حوالہ:-

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ بہت مختصر خطبات ارشاد فرماتے تھے۔ خطبات حجۃ الوداع بھی نہایت مختصر تھے۔ ان خطبات میں بلا کی بلاغیت اور جامعیت تھی لیکن ظاہر ہے کہ ان میں تمام حقوق و معاملات کی تفصیل بیان نہیں ہو سکتی تھی اس لیے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو قرآن و سنت سے رجوع کرنے کی تاکید فرمائی۔ فرمایا:

”لوگو! میری بات غور سے سمجھ لو۔ میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اب میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے راستے سے نہیں بھٹکو گے۔ وہ واضح اور روشن ہیں یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔“

خطبہ حجۃ الوداع اور اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا منشور۔ ایک تقابلی جائزہ:-

اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا منشور بلاشبہ انسانی حقوق کی ایک جامع اور خوبصورت دستاویز ہے اور ہر شریف و مہذب انسان کے لیے اس کا اعتراف و احترام واجب ہے لیکن اس سلسلہ میں دو باتیں نہایت قابل غور ہیں۔ پہلی یہ کہ جدید دنیا بے شمار تجربات، جنگوں اور تباہیوں سے گزرنے کے بعد جن نتائج تک پہنچی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے وحی الہی کی روشنی میں وہ اصول انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس سے 1400 برس پہلے بیان فرمادیئے تھے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا منشور محض اچھے الفاظ اور نیک خواہشات کا مرقع ہے۔ اس کی کوئی ٹھوس عملی اور قانونی حیثیت نہیں۔ اقوام متحدہ کے پاس کوئی ایسی طاقت نہیں کہ وہ ان کو نافذ کر سکے یا منوا سکے۔ اس کے برعکس خطبہ حجۃ الوداع میں نہ صرف بنیادی حقوق بیان کیے گئے ہیں بلکہ اس بات کی ضمانت بھی فراہم کی گئی ہے کہ ان پر عمل درآمد بھی ہوگا۔

1- تمام انسان جو ان حقوق کے مخاطب ہیں آخرت کی جواب دہی کے شدید احساس کے تحت ان حقوق کی بجا آوری کے پابند ہوں گے۔

2- ہر مسلمان ریاست کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اپنے قانونی نظام کے ذریعے ان حقوق کے تحفظ اور نفاذ کو یقینی بنائے۔



1- خالی جگہ ایسے الفاظ سے پُر کیجیے کہ بیان بامعنی ہو جائے۔

- 1- 1956ء کے آئین کے تحت _____ کے لیے مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا۔
- 2- 1973ء کے آئین کے تحت _____ کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔
- 3- _____ کے آئین میں مملکت کا نام ایک ترمیم کے ذریعے جمہوریہ پاکستان کی بجائے اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔
- 4- آئین _____ کے تحت صدر اور وزیراعظم دونوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔
- 5- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے چچا _____ بن مطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔

2- ہر سوال کے آگے قوسین میں دیئے گئے تین جوابات میں سے مناسب ترین جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے۔

- 1- 1973ء کے آئین میں _____ ترمیم کے تحت قرارداد مقاصد کو آئین کے متن کا حصہ بنادیا گیا۔
(پہلی، دوسری، آٹھویں)
- 2- 1962ء کے آئین کے تحت _____ کا مسلمان ہونا ضروری تھا۔
(صدر، وزیراعظم، دونوں)
- 3- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاہلیت کے تمام خون اور انتقال باطل کر دیئے گئے، سب سے پہلے میں اپنے خاندان یعنی _____ کا خون معاف کرتا ہوں
(عبدالطلب، ربیعہ بن حارث، زید بن حارث)
- 4- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں یعنی _____ اور میری سنت
(اللہ کی کتاب، نماز، ایمان)

3- ص (صحیح) یا غ (غلط) کے اوپر دائرہ لگا کر درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

- 1- 1962ء کے آئین میں اسلام کو نظریہ پاکستان کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ ص غ
- 2- عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل ہے۔ ص غ
- 3- رسول اللہ ﷺ کو نبوت کے تیسرے سال ہی حکومت کی پیش کش کی گئی تھی۔ ص غ
- 4- محض اسلامی قانون بنا کر اسلامی ریاست قائم کی جاسکتی ہے۔ ص غ
- 5- نظام زکوٰۃ کا نفاذ 20 جون 1980ء کو ہوا۔ ص غ

4۔ کالم الف کے اندراجات کو کالم ب سے لائن کے ذریعے اس طرح ملائیے کہ دونوں کا تعلق واضح ہو جائے۔

کالم الف	کالم ب
قرارداد مقاصد	تقویٰ
قرارداد لاہور	عربی
عجمی	مارچ 1949ء
معیار فضیلت	1215ء
میگنا کارٹا	مارچ 1940ء

5۔ ہر سوال کا جواب دو سے پانچ سطور میں لکھیے۔

- 1۔ 1973ء کے آئین کے تحت مسلمان کی تعریف کس انداز میں کی گئی ہے؟
- 2۔ 1977ء کے بعد اقتصادی معاملات میں نفاذ اسلام کے لیے کیا اقدامات کیے گئے؟
- 3۔ 1977ء کے بعد عدلیہ اور قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے؟
- 4۔ خطبہ حجۃ الوداع اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے منشور کا تقابلی جائزہ لیجیے۔
- 5۔ حقوق کی تین اہم خصوصیات بیان کیجیے۔
- 6۔ 1956ء کے آئین کی تین اہم اسلامی دفعات بیان کریں۔
- 7۔ حقوق کی تعریف بیان کریں۔

6۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

- 1۔ قرارداد مقاصد کے اہم نکات اور اس کی اہمیت بیان کریں۔
- 2۔ 1956ء کے آئین اسلامی دفعات پر روشنی ڈالیے۔
- 3۔ 1962ء کے آئین کی اسلامی شقیں بیان کیجیے۔
- 4۔ 1973ء کے آئین اسلامی دفعات پر روشنی ڈالیے۔
- 5۔ حقوق و فرائض سے انحراف کے نتائج بیان کیجیے۔
- 6۔ نفاذ اسلام کی راہ میں کون سی مشکلات حائل ہیں اور ان کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟
- 7۔ اقوام متحدہ کے اعلان حقوق کے اہم نکات بیان کیجیے۔
- 8۔ حقوق اور فرائض کی تعریف کیجیے اور دونوں کا تعلق واضح کیجیے۔
- 9۔ واضح کیجیے کہ کس طرح خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا جامع منشور ہے۔